مولانا محمد عیسیٰ منصوری
چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم (لندن)

شر پسند اور خیر پسند

شر پسند ‘ میڈیا کا مروجہ لفظ اور عصر حاضر کی بکثرت استعمال ہونے والی اصطلاح ہے ۔ آپ روزانہ ہی کے اخبارات میں، مختلف چینلوں سے بار ہا یہ لفظ سنتے اور پڑھتے ہیں کہ آج اتنے شر پسند ہلاک کر دیئے گئے یا گرفتار کر لیے گئے ۔ موجودہ دور میں مغرب و مشرق مسلم و کافر سب کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ ہر شر پسند واجب القتل ہے ۔ یہ جہاں نظر آئیں بلا تحقیق ، بلا ثبوت اور بلا مقدمہ چلائے انھیں فوراً ختم کر دینا ہی انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے ۔

آخر یہ شر پسند کون ہیں؟ ان کی تعریف کیا ہے؟ انسانیت اور دنیا کو ان سے کیا خطرہ لاحق ہے؟ آیئے تاریخ کی روشنی میں جائزہ لے کر حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کریں ۔

گزشتہ تین صدیوں سے دنیا پر مغرب کا سیاسی ، عسکری ، اقتصادی ، تمدنی ، علمی ، فکری اور سائنسی غلبہ قائم ہے ۔ یہ غلبہ اس قدر ہمہ جہت اور ہمہ گیر ہے کہ اقوامِ عالم اور ملتوں کے لفظ و اصطلاحات ان کے معنی و مطالب بھی مغرب سے مستعار لینے پڑتے ہیں ۔ یہ لفظ شر پسندی مغرب کے اسی عالمی غلبہ و استیلاء کی جنگ (گیم آف پاور) کا سیاسی لفظ ہے جس میں ایک طرف صہیونیت اور شکار کردہ مغرب اور دوسری طرف اقوام عالم بالخصوص عالم اسلام ہے ۔ دنیا میں مغرب کی غلامی اور اس کی بے چوں و چرا اس اطاعت سے جن لوگوں کو پس و پیش یا انکار ہے یا جنھیں مغربی فکر و فلسفہ ، طرزِ حیات ، تہذیب و کلچر کو خیر محض ماننے میں تردد ہے اور جو اپنا مستقل نظامِ حیات ، عقیدہ و فکر ، تمدن و کلچر اور خیر و شر کا معیار رکھتے ہیں ۔ وہ مغرب اور اس کے تابعدار حکمرانوں کے نزدیک شر پسند موجودہ گیم آف پاور کا ایک ڈپلومیٹک لفظ ہے ۔ جس طرح آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے برصغیر پر برطانیہ عظمیٰ کے اقتدار کی جنگ نبی وہابی کا لفظ تھا ۔ چنانچہ گورنمنٹ برطانیہ کا ایک کارندہ و اسکالر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے اپنی کتاب ”اور انڈین مسلمز (Our Indian Muslims) میں لکھا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ کی ڈکشنری میں لفظ وہابی مذہبی نہیں سیاسی اصطلاح ہے اور اس کے معنی ہیں انگریز کے ہمہ جہتی غلبہ و بالا دستی کا منکر یا برٹش گورنمنٹ کی مکمل اطاعت نہ قبول کرنے والا باغی ۔ ادھر گزشتہ ڈیڑھ سو سال کی سیاست و طاقت کی گیم میں برطانیہ امریکہ کا دم چھلہ بن کر رہ گیا اور امریکہ و برطانیہ دونوں کا نظریاتی و فکری کنٹرول صہیونیت کے پاس آ گیا ۔ اس لیے اب دنیا کی اکلوتی سپر پاور اپنی سیاسی بالا دستی کی جنگ میں اقوام عالم سے نہ صرف اپنے کمزور فلسفۂ حیات کے مکمل اتباع کی خواہاں ہے بلکہ اقوامِ عالم کے دل و دماغ ، جذبات و خیالات پر بھی مکمل تسلط و کنٹرول چاہتی ہے ۔ اب مغرب اپنے فکر و فلسفہ ، کلچر و تمدن کی بالا دستی کے خلاف کسی وسوسہ و شائبہ تک کو ناقابل معافی جرم و بغاوت قرار دے رہا ہے یعنی وہ اقوام عالم کی صرف سیاسی و عسکری اقتصادی و تمدنی غلامی پر قانع نہیں بلکہ ان کے دل و دماغ جذبات و عوائف کے ہر ہر رگ و ریشہ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کا خواہاں ہے ۔

دوسری طرف مذاہب عالم میں اسلام ہی واحد مذہب ہے جس کا دعویٰ ہے کہ انسانی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی رہنمائی قرآن و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کہیں اور سے لینا کفر اور شر و فساد ہے ۔ اسلام نام ہے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

مکمل اطاعت اور مکمل بالادستی قبول کرنے کا۔ اگر کسی مسلمان کے نزدیک اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے خیرِ محض ہونے میں ذرہ برابر شک وشبہ ہوجائے تو وہ اسلام کی حدود سے خارج ہوکر گروہِ شر میں داخل ہوجاتا ہے۔ اسلام میں خیر کا منبع صرف اللہ کی ذات اور اس کے احکامات ہیں۔ جب کہ مغرب خود کو خیر کا منبع قرار دیتا ہے۔ آج کل ذرائع ابلاغ میں شر پسند اسی معنی میں بولا جارہا ہے۔ یعنی صہیونی اور مغربی بالادستی کا منکر عصر حاضر کے فلسفہ ہائے حیات میں اسلام ہی واحد مذہب ہے جو مغرب وامریکہ کے یو آف لائف کے خیر پسند ہونے سے انکاری ہے۔ باقی تمام اقوام ومذاہب کو مغرب کے فکر وفلسفہ کی سپر میسی سے کوئی انکار نہیں۔ وہ ہر شعبہ میں مغرب کی سپر میسی تسلیم کرتے ہوئے اپنے مذہب کی پوجا پاٹ کی رسمیں ادا کرسکتے ہیں۔

اسلام کے نزدیک شر اور خیر کی تقسیم دنیا کی سب سے قدیم تقسیم ہے۔ جو اوّلین انسان حضرت آدم علیہ السلام ہی سے چلی آرہی ہے اور ہر دور میں جاری وساری رہی ہے۔ ہر دور میں اللہ کے پیغمبروں کے ماننے والے خیر پسند اور حزب اللہ یعنی اللہ کی پارٹی کہلائے اور نہ ماننے والے شر پسند اور (حزب الشیطان) شیطان کی پارٹی قرار دیئے گئے۔ پھر اللہ کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد یہ تقسیم ایک طرح سے دائمی و مستقل قرار پائی۔ اب تا قیامت خیر پسند وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے آخری پیغام (قرآن) کی مکمل تابعداری وبالادستی قبول کریں اور شر پسند وہ ٹھہریں گے جو اس سے انکاری ہوں۔ غرض موجودہ دور میں بھی نظریاتی وفکری اعتبار سے عصری دنیا واضح طور پر دو گروپ میں منقسم ہے۔ ایک طرف مغرب جس کی سپر میسی وبالادستی دنیا بھر کی اقوام وملل نے تسلیم کرلی ہے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کے بااختیار طبقے اور حکمرانوں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے بھی اس لیے آج کل کی اصطلاح میں یہ سب خیر پسند ہیں۔ دوسری طرف عام مسلمان ہیں جو قرآن واسلام کے منبع خیر ہونے کے قائل اور مغرب کی مکمل اطاعت سے دور ونفور اور اس کے منبع خیر ہونے کے منکر ہیں۔ یہ لوگ پوری دنیا کے نزدیک شر پسند ہیں۔ اسی لیے عصر حاضر کی مہذب گالیوں (دہشت گرد، انتہا پسند اور شر پسند) کے مصداق ہیں۔

جس طرح اسلام میں معروف (خیر) پھیلانا اور منکر (شر) کو مٹانا ہر مسلمان کی ڈیوٹی (فریضہ اور عین عبادت ہے بالکل اسی طرح مغرب کے نزدیک ان کے منکر وکافر شر پسندوں کو قتل وہلاک کرنا سب سے بڑی اطاعت اور اوّلین فریضہ وڈیوٹی ہے۔ یہ فریضہ اور ڈیوٹی اس وقت زیادہ اہمیت اختیار کرجاتی ہے جب طبل جنگ بج چکا ہو اور اسلام میں بھی خیر وشر کے معرکہ (جہاد) کے دوران شر کو مٹانے کی کوشش سب سے بڑی اطاعت وعبادت سمجھی جاتی ہے اور دیگر فرائض اس اہم فریضہ (جہاد) کے تابع اور اس کی رعایت کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ یہی حال دوسری جانب ہے۔ اللہ کو سپر پاور ماننے والوں پر فرض ہے کہ ان کی ہر صبح وشام اللہ کے نام اس کی عظمت وکبریائی کے اعلان سے ہو۔ اس طرح مغرب کی سپر میسی تسلیم کرنے والوں پر لازم ہے کہ جب وہ زبان کھولیں پہلے اپنے ایمان کا اظہار واعلان کریں یعنی شر پسندوں، دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کے خلاف اعلانِ جنگ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر اہم موقع پر اور خاص طور پر جب دو سربراہ مل رہے ہوں تو ان کا اوّلین کام اپنے اس ایمان کا اعلان واظہار ہوتا ہے۔ مشرف سے لے کر خادم حرمین تک ہر سرکاری تقریب کی ابتداء دہشت گردی وانتہا پسندی کے خلاف آخری سانس تک لڑنے کے اسی ایمان کے اعلان واظہار سے کرتے ہیں۔

نائن الیون کے بعد یہ معرکۂ خیر وشر اپنے فائنل راؤنڈ میں داخل ہوگیا ہے۔ اس مرحلہ میں بات اور جنگ دہشت گردوں سے آگے بڑھ کر مشتبہ دہشت گردوں اور مشتبہ انتہا پسندوں تک جا پہنچی ہے۔ اب ایسے لوگ بھی ناقابل معافی قرار پاچکے

ہیں جو براہِ راست مغرب سے مزاحم نہیں۔ یعنی وہ مسلمان جو اس جنگ میں عملاً غیر جانبدار ہیں صرف ان کی شکل وصورت، لباس وحلیہ ان کی طرح ہے۔ وہ بھی گردن زدنی ٹھہرے۔ بش بہادر واضح اعلان فرما چکے ہیں کہ ہمارے ساتھ یا ہمارے دشمن۔ درمیان میں کوئی راہ نہیں یا ایمان یا کفر۔ چنانچہ گزشتہ چند سالوں سے عراق وافغانستان اور پاکستان میں امریکی...... افواج فضاء سے بمباری کر کے ایسے مشتبہ لوگوں کو بے کھٹکے ہلاک کر رہی ہے۔ جن کی شکل وصورت شرپسندوں سے ملتی جلتی ہے یا جو نماز روزہ کے پابند ہیں۔

یورپ کی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی مغرب کی اصل فطرت ہے۔ براعظم امریکہ وآسٹریلیا کے اصل باشندوں کے بچے بچے کا قتل عام کر کے ان براعظموں کا مالک بن بیٹھنا تو کل کی بات ہے۔ یورپ کی پوری معلوم تاریخ اسی دہشت گردی سے عبارت ہے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے ۵۲۹ء میں عیسائیت قبول نہ کرنے والی قوموں کو تعلیم کے حصول، ملازمت اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ پھر معاً بعد شارلیمین کے عہد میں پورے یورپ کے باشندوں کے سامنے دو ہی راستے رہ گئے تھے۔ عیسائیت یا موت۔ یہی انتخاب اسپین میں مسلمانوں اور یہودیوں کے سامنے رکھا گیا۔ عیسائیت، موت یا جلاوطنی، پھر سترہویں اٹھارہویں صدی میں کیتھولک پروٹسٹنٹ کے مابین نسل کشی یورپ کی تاریخ کا مستقل باب ہے۔ مثل مشہور ہے ''چور کی داڑھی میں تنکا''۔ شاید اسی گھناؤنی دہشت گردی کی تاریخ کے الم نشرح ہوجانے کے اندرونی خوف کی نفسیات کے تحت امریکی ویورپی حکمران وقفہ وقفہ سے انسانی حقوق اور تہذیب کا راگ الاپتے رہتے ہیں۔ گزشتہ دو دہائیوں سے امریکہ میں نیو انجلیکن (صہیونی مسیحیت) کے بے شمار پادری صاحبان کے قائم کردہ سینکڑوں ریڈیو اسٹیشن اور چینل دن رات ''مقدس'' جنگ کی تربیت کے لیے وقف ہیں۔ یہ لوگ عوام کو دنیا کی ایک تہائی آبادی کے قتلِ عام کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے میں جتے ہوئے ہیں۔

بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں خیر وشر کے درمیان جنگ میں تیزی دو وجوہ سے آئی ہے۔ ایک افغانستان پر روسی استعمار کے قبضہ کے بعد تقریباً ساٹھ ملکوں کے مسلم نوجوانوں نے جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر افغانستان میں جانیں دیں۔ جن میں بڑے بڑے شہزادے بھی شامل تھے۔ صہیونی ومغرب کے حکمران یہ دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے کہ اب تک اسلام وایمان کے رشتہ میں اتنی توانائی وجان باقی ہے۔ دوسرے اس جنگ میں بے سروسامان نہتے مسلم نوجوانوں نے روسی سپر پاور کے جدید ترین اسلحہ کے مقابلہ میں شجاعت وبے جگری کی جو نادر مثالیں قائم کیں اس سے مغرب کے حکمران لرز کر رہ گئے کہ وہ اس جذبۂ جہاد کا مقابلہ کیسے کریں گے کیوں کہ وہ اشیاء کی شکست کے بعد مسلم ملکوں کی تباہی کا پہلے ہی منصوبہ بنا چکے تھے۔

مغرب کی طرف سے مسلم ممالک پر مسلط کردہ حکمرانوں کے لیے حکمرانی کی واحد شرط اسلام اور اسلام پسندوں کے مقابلہ پر مغربی فکر وفلسفہ اور تمدن وکلچر کی ترویج کے لیے کوشاں ہوتا رہا ہے اور اب جدید حالات میں مغرب کے اپنے مسلط کردہ کارندوں (مسلم حکمرانوں) کو ساتھ ملا کر نئی حکمت عملی کے تحت از سرنو منصوبہ بندی کر لی ہے۔ وہ یہ ہے کہ سی آئی اے کی دعوت پر دنیا بھر کے مسلم ممالک سے افغان جہاد میں شرکت کے لیے آنے والے غیر ملکیوں کا مشرف دور میں بری طرح قتل کر کے انھیں نمونۂ عبرت بنا دیا گیا۔ تاکہ دنیا کے آٹھ بڑے (جی ایٹ) بوسنیا کی طرح پھر کسی خطہ کی مسلم آبادی کو ذبح کرنے کا پلان بنائیں تو دنیا کا کوئی مسلمان ان کی کسی طرح مدد کی جرأت نہ کر سکے۔ جنرل پرویز کے سب سے پہلے پاکستان کا یہی مطلب ہے۔ پاکستان مغرب کی آنکھ میں دھول جھونک کر کسی طرح نیوکلیر پاور بن گیا۔ یہ بات ہر آن امریکی،

یورپی حکمرانوں کے دلوں میں کانٹا بن کے کھٹک رہی ہے۔ دوسرے پاکستان کی فوج اپنی بہادری و جفاکشی میں دنیا کی بہترین باصلاحیت فوج مانی جاتی ہے۔ چنانچہ منصوبہ کے تحت فوج کو اپنے ہی عوام سے بھڑا دیا گیا اور نائن الیون کے بعد اس بات کا پورا انتظام کر دیا گیا کہ مستقبل میں اس کی جنگیں غیر مسلموں کے بجائے صرف اور صرف مسلمانوں ہی سے ہوں۔ جنرل پرویز عرصہ سے اس فلسفہ پر کام کر رہے ہیں کہ پاکستان کو خطرہ باہر سے نہیں بلکہ اندر سے ہے۔ یعنی اسرائیل ،مغرب تو پاکستان کے سچے ہمدرد اور مخلص بہی خواہ ہیں۔ حقیقی دشمن وہ ہیں جو اسلام کی بالادستی کے لیے کوشاں ہیں۔ اسلام آباد کی لال مسجد کے حالیہ واقعہ کو عالمی کشمکش کے اسی تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ صرف ایک شخص (عبدالرشید غازی) کو محفوظ راستہ دے کر سب کو باہمی خانہ جنگی اور خوں ریزی کے شیطانی چکر سے بآسانی بچایا جاسکتا تھا۔ خواہ بعد میں وعدہ خلافی کر کے ان پر مقدمہ چلایا جاتا۔ آخر پرویز وردی اور اقتدار کے کتنے ہی وعدے توڑتے رہے ہیں۔ مگر سیکڑوں طالبات کا قتل عام کر کے اس واقعہ کا کلائمکس (انجام) اس طرح کیا گیا کہ ملک کو عملاً خانہ جنگی میں جھونک دیا گیا۔ اب روزانہ درجنوں سیکورٹی اہل کار اور بے قصور عوام کی ہلاکت کا قیامت خیز منظر سامنے ہے۔ شاید بش کی خواہش یہی تھی۔ خانہ جنگی کی آگ کو مزید بھڑکانے کے لیے بش بہادر اور یورپ کی عسکری کمان ناٹو کے ذمہ داران مسلسل بلوچستان و سرحد کے شر پسندوں کو ختم کرنے کے لیے نہ صرف ہر قسم کے جدید اسلحہ اور مالی وسائل کی پیش کش کر رہے ہیں بلکہ عملی طور پر اس جنگ میں پاکستانی افواج کے شانہ بشانہ شرکت کی پیش کش کر رہے ہیں۔ غرض پاکستانی فوج کو اپنے ہی عوام سے ٹکرا کر تباہ کرنے کی گہری سازش میں جنرل پرویز پوری طرح پھنس چکے ہیں اور ان کے پاس اس سے بچ نکلنے کی بظاہر کوئی راہ نہیں رہ گئی۔ موجودہ نقشہ یہ ہے کہ عراق و افغانستان کی طرح پاکستانی فوج کو اسلام پسند لوگوں کے خاتمہ کا ہدف دے کر ملک کو پوری طرح خانہ جنگی میں جھونک دیا گیا۔ اب دونوں فریقوں (فوج، جہادی) میں جو بھی مرے بش بہادر کے لیے جشن و خوشی کی نوید ہوگی گویا اس کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہیں۔

الغرض شر و خیر کا یہ معرکہ اپنے فائنل راؤنڈ میں ہے جسے بائبل میں آرمیگڈون اور حدیث میں ملحمۃ الکبریٰ کہا گیا ہے۔ دنیا کے ہر فرد بشر کو لازمی طور پر شر و خیر کے معرکہ میں ایک کا انتخاب کر کے میدانِ کارزار میں آنا ہوگا۔ ایک حدیث میں وارد ہے۔ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جو لشکر نکلے گا' اس کے اسی جھنڈے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا (شاید UNO کے بڑے جھنڈے کے تحت اسی ملکوں کے ذیلی جھنڈے؟) دنیا کے سب سے سچے انسان صادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ایک وقت آئے گا جب مسلمان دو خیموں (گروپ) میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک خیمہ ایمان کا ہوگا جس میں ذرہ برابر نفاق نہیں ہوگا۔ دوسرا نفاق کا ہوگا اس میں ذرہ برابر ایمان نہیں ہوگا۔ لگتا ہے کہ حالات تیزی سے اسی طرف رواں دواں ہیں۔ ایمان کا خیمہ عالمی کفر دجالی طاقتوں سے برسرِ پیکار مسلمانوں کا اور نفاق کا مغربی طاقتوں کے ہم نواؤں کا معلوم ہوتا ہے۔ بہت جلد مصلحت و مصالحت پسندوں اور عالمی کفر سے راہ و رسم رکھ کر درمیانی راہ تلاش کرنے والوں کو بھی ایمان یا نفاق کے کسی ایک خیمہ کا انتخاب کرنا ہوگا۔ غرض وہ وقت قریب نظر آتا ہے جب ہر مسلمان کو یہ فیصلہ لینا ہوگا کہ وہ کس خیمہ میں ہے ایمان کے یا نفاق کے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یا بش اور ڈک چینی کے خیر ،خیر کے یا شر کے۔